روزے حصول تقویٰ اور حصول لقائے باری تعالیٰ کا ذریعہ ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ / اپریل ۱۹۸۷ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کی تلاوت کی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ (البقرۃ: ۱۸۴-۱۸۵)

پھر فرمایا:

یہ آیات جو میں نے آج آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں ان میں روزے کا مضمون بیان فرمایا گیا ہے اور آغاز اس بیان سے ہوا ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر اسی طرح روزہ فرض کر دیا گیا ہے جیسے ان لوگوں پر روزہ فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے۔ کیوں فرض کیا گیا ہے، اس کا کیا فائدہ ہے؟ فرمایا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تا کہ تم تقویٰ اختیار کرسکو۔ تقویٰ حاصل کرنے میں تمہیں مدد ملے۔ تو خدا تعالیٰ نے تقویٰ حاصل کرنے کا ایک بہت ہی عمدہ ذریعہ ہمیں روزوں کی صورت میں مہیا

فرمادیا اور روزے اور تقویٰ کا تعلق ایسا ہے کہ بعض دفعہ تقویٰ کے نتیجے میں روزے نصیب ہوتے ہیں بعض دفعہ روزے کے نتیجے میں تقویٰ نصیب ہوتا ہے اور گویا دونوں ہی ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہیں۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ میں یہ بھی معنی ہے تا کہ تم تقویٰ کی راہیں اختیار کرو اور اس کے نتیجے میں روزے سے جو تمہیں فائدہ ہوسکتا ہے وہ فائدہ اٹھاؤ۔ بہر حال یہ بات قطعی ہے کہ رمضان کا اور روزوں کا تقویٰ کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے۔ جتنا تقویٰ کا معیار بلند ہوگا اتنا ہی روزے زیادہ فائدہ مند ہوں گے اور جتنا انسان اخلاص کے ساتھ روزے رکھ کے ان کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے گا انسان کو زیادہ سے زیادہ تقویٰ نصیب ہونا شروع ہو جائے گا۔ تقویٰ کا جب اس پہلو سے مطالعہ کرتے ہیں تو خصوصیت کے ساتھ اس مضمون میں تقویٰ کا ایک ایسا گہرا تعلق نظر آتا ہے جسے کھول کر ہر روزہ دار کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔

تقویٰ بنیادی طور پر بچنے کو کہتے ہیں۔ احتراز کرنے کو گریز کرنے کو، اور اس میں یہ مفہوم داخل ہے کہ بری چیز سے، ضرر والی چیز سے، شر والی چیز سے بچنا۔ رمضان مبارک میں اور ویسے بھی ہر روزے میں انسان کو اللہ تعالیٰ نے صرف بری چیزوں سے بچنے کے لئے ہی حکم نہیں فرمایا بلکہ خاص وقت میں ان اچھی چیزوں سے بھی منع فرمادیا جو روزمرہ کی زندگی میں اسے استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ بلکہ بڑی خوشی کے ساتھ خدا تعالیٰ نے اجازت عطا فرمائی ہے۔ ایک موقع پر فرمایا کہ یہ نعمتیں ہم نے اپنے مومن بندوں کے لئے پیدا کی ہیں۔ دوسرے بھی دنیا میں اس کے شریک ہو جاتے ہیں مگر قیامت کے دن تو خالصۃً یہ ہمارے پاک بندوں کے لئے ہمارے مومن بندوں کے لئے ہوں گی۔ تو ان سے بھی منع فرمادیا۔ اس لئے بچنے کا جو انتہائی مضمون ہے وہ روزے میں داخل ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز سے بچنا، ہر چیز سے پرہیز۔ ہر چیز سے کیوں پرہیز سوال یہ ہے۔ اگر آپ روزے پر غور کرے تو تقویٰ کا یہ باریک معنی آپ کو سمجھ میں آجائے گا کہ **تقویٰ کا اصل معنی یہ ہے کہ ہر اس چیز سے بچنا جس سے خدا روکے۔** نیکی بدی کے ذاتی فلسفے میں داخل ہی انسان کو ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اگر نیکی بدی کے فلسفے کے میں داخل ہو کر یہ تفریق شروع کردے کہ بد کیا ہے اور نیک کیا ہے؟ تو ہر قوم کا نیک و بد کا معیار بدلتا جاتا ہے۔ ایک نہایت ہی مکروہ چیز جس کے تصور سے آپ کو کھانا کھاتے وقت متلی ہو جائے گی بعض قومیں اس قدر شوق سے کھاتی ہیں ایک دوسرے کے

ساتھ دوڑ کے مقابلہ کر کے ان چیزوں کو پکڑتی ہیں۔

اگر تقویٰ کا یہ مفہوم لیا جائے صرف کہ ہر بری چیز کو چھوڑ دو تو بہت سے ایسے لوگ ہیں یہ کہیں گے کہ ہاں ہر بری چیز چھوڑ دیتے ہیں ہمارے نزدیک، فلاں اچھی چیز ہے اس لئے ہم نہیں چھوڑتے شراب بہت اچھی چیز ہے بعضوں کے نزدیک سور بہت اچھی چیز ہے بعضوں کے نزدیک۔ افریقہ میں چوہا کھانے کا اتنا شوق ہے کہ بعض ممالک میں چوہا مرغی سے زیادہ مہنگا بکتا ہے۔ ہمارے ایک احمدی استاد نے وہاں سے چٹھی لکھی کہ آج ہماری کلاس کا حرج ہو گیا کیونکہ چوہا نکل آیا تھا اور سارے بچے چوہا پکڑنے کے لئے دوڑ پڑے۔ اور جب چوہا نکلے تو اس وقت کوئی کنٹرول باقی نہیں رہتا اتنا پسند ہے ان لوگوں کو۔ تو آپ کا تقویٰ اور ہو گیا ان کا تقویٰ اور ہو گیا۔ آپ کو چوہے کے نام سے بھی کراہت آتی ہے اور وہ چوہے کی خاطر کلاس بھی چھوڑ دیتے ہیں ہر دوسری چیز سے غافل ہو کر چوہے کے پیچھے لپکتے ہیں۔

تو خدا تعالیٰ نے یہاں آ کر تقویٰ کا ایک ایسا مضمون سمجھا دیا جو روزوں کی برکت سے ہمیں معلوم ہوا کہ اس کے بعد پھر انسان کے لئے کسی مزاج کی تفریق کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔ معاشرے کے فرق کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔ تقویٰ کی یہ تعریف ہے 'بچو'۔ لیکن ہر اس چیز سے بچو جس سے خدا روکتا ہے۔ خدا جس سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔

چنانچہ رمضان میں داخل ہو کر تقویٰ اپنے عروج کو پہنچتا ہے اور خدا جب بری چیزوں کی بجائے اچھی چیزوں سے بھی رکنے کا حکم دیتا ہے تو آپ اس سے بھی رک جاتے ہیں۔ اس وقت وہی چیزیں بری ہو جاتی ہیں۔ پس نیک اور بد کی تمیز کا ایک ہی راز ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی کسوٹی پر نیک و بد کو پرکھا جائے۔ جو رضا کے مطابق ہے وہ نیک ہے، جو رضا کے خلاف ہے وہ بد ہے۔ تو رمضان المبارک ہمیں تقویٰ کی بہت ہی اعلیٰ تعلیم دیتا ہے۔ پس جب ہم خدا کی رضا کی خاطر اچھی چیزوں سے بھی پرہیز کرنے لگ جاتے ہیں تو ہم میں ایک قوت پیدا ہوتی ہے کہ جو بری چیزیں ہیں ان سے بدرجہ اولیٰ پرہیز کریں اور ان کے خلاف دل میں ایک طبعی طور پر طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

عام طور پر باتیں کرنا معیوب نہیں ہے مگر رمضان میں روزہ رکھنے کے بعد عام باتیں کرنا بھی معیوب بن جاتا ہے سوائے اس کے کہ ضرورت ہو ورنہ زیادہ تر ذکر الٰہی میں وقت خرچ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا کہ روزہ رکھ کر اپنے روزمرہ کے دستور میں کوئی فرق ہی نہ ڈالو۔

بعض بدیاں ویسی ہی بدی ہیں لیکن رمضان شریف میں داخل ہونے کے بعد ان بدیوں کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے اور وہ اگر پہلے کم گناہ تھا تو گناہ کبیر بن جائیں گی۔ ایسے افعال جن کی عام حالات میں اجازت ہے ان پر روزے کے دوران کرنے پر شدید سزا بھی عائد کی جاتی ہے۔ تو یہ سارا عرصہ ایک مہینے کا جو ہم اس ریاضت میں سے گزریں گے اس میں ہمیں بدیاں چھوڑنے کی مزید طاقت ملے گی۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ جب تم روزے رکھو گے تو تم بہت سی بدیوں سے بچنے کی طاقت پاؤ گے جو روزے کے بغیر ویسے تمہیں نصیب نہیں تھی۔

بسا اوقات ایک انسان جب رمضان میں داخل ہوتا ہے بہت سی بدیوں کے بوجھ اٹھا کر داخل ہوتا ہے اور جب نکلتا ہے تو بہت ہلکا پھلکا ہو کر نکلتا ہے۔ اگر بہت نہیں تو کم از کم کچھ نہ کچھ بدیاں اس کی پیچھے رہ جاتی ہیں لیکن اس کے بعد، کچھ عرصے کے بعد بعض دوست مجھے خط لکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہماری تو حالت ہی بڑی خطرناک ہے۔ رمضان میں خدا تعالیٰ نے توفیق بخشی بہت سی کمزوریاں دور کیں اور رمضان کے بعد پھر وہ واپس آنی شروع ہو گئیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ کمزوریوں کے دور کرنے کا معاملہ سمجھنے کے لئے در حقیقت ایک زمیندار کی آنکھ سے فصلوں کی حالت اور ان فصلوں پر حملہ کرنے والے نقصان دہ جراثیم اور کیڑے مکوڑوں کے مقابلے کی حالت کو دیکھنا چاہئے اس وقت انسان کو سمجھ آجاتی ہے کہ طبعی فطرت کے طبعی تقاضے کیا ہیں۔ ایک اچھا زمیندار خوب جانتا ہے کہ اگر جڑی بوٹی یا نقصان دہ کیڑوں سے اپنے کھیت کو میں ایک دفعہ بچالوں ان کی تلفی کر دوں ان پر سپرے کروں یا اور مختلف ذرائع سے جڑی بوٹیوں کو اکھیڑ کر پھینک دوں تو پہلے چند دن بہت ہی لطف آتا ہے اس کو دیکھ کر اور اگر انسان اسی پر راضی ہو کر غافل ہو جائے اور یہ سمجھے کہ بس کافی ہوگئی تو چند دن کے بعد پھر جڑی بوٹی سر نکالنا شروع کر دیتی ہے۔ پس بدیوں کا بھی انسان کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی انسان ایک دفعہ بدی کو دور کر دے اور مطمئن ہو کے بیٹھ جائے کہ اب میں بدیوں سے فارغ ہو گیا تو اس کی مثال ایسے زمیندار کی سی ہوگی جو ایک دفعہ جڑی بوٹیاں تلف کرنے کے بعد اطمینان پا جائے اور سمجھے کہ اب سارا سال جڑی بوٹیاں اس کھیت کا رخ نہیں کریں گی۔ لوگ سمجھتے نہیں کہ زمیندار کو کتنی مسلسل محنت اور کتنی مسلسل نگرانی کی ضرورت پڑتی ہے چونکہ کارخانہ چلنے کی آواز نہیں آرہی کوئی شور نہیں پڑ رہا۔ اس لئے لوگ سمجھتے ہیں زمیندارہ بڑا

آسان کام ہے۔ ایک زمیندار پھر رہا ہے کھیت کے کنارے ایک بنہ توڑ دیا، پانی ڈال دیا اور بس یا ہل چلا دیا یہی اس کی زندگی ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ زمیندارہ سے زیادہ فی الحقیقت اور کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اتنی باریک نگرانی کی ضرورت ہے اور اتنی مسلسل محنت کی ضرورت ہے کہ اگر اس سے انسان عدم توجہ کرے تو فائدے کے بجائے نقصان میں داخل ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ پھر اپنی زمینیں بھی بیچ دینی پڑتی ہیں۔ بہت ہی فرق ہے اچھے زمیندار اور برے زمیندار کی حالت میں حالانکہ بظاہر ان کے حالات ایک جیسے بھی ہوں۔ اس لئے جڑی بوٹی کو جس طرح زمیندار تلف کرتا ہے اور جانتا ہے کہ پھر آئے گی اور دوبارہ سر اٹھانے کی کوشش کرے گی اور مجھے ہمیشہ نگرانی کرنی پڑے گی۔ جس طرح زمیندار کیڑے مکوڑے کو تلف کرتا ہے اور پھر جانتا ہے کہ دوبارہ حملہ کریں گے اور مجھے اس سے غافل نہیں ہونا چاہئے اور تیار رہتا ہے کہ جب بھی وہ بیماری سر اٹھائے دوبارہ اس کے سر کو کچلنے کی کوشش کرے گا۔ تو پھر ایسا زمیندار یقیناً اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اپنی محنت سے بہت زیادہ پھل پاتا ہے۔ اور سال بہ سال اس کے کھیت کی حالت بہتر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اگر لمبا عرصہ نگرانی کی جائے تو کچھ عرصہ کے بعد یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کھیت کو تو کیڑے چھوڑ بیٹھے ہیں۔ گویا اس کھیت کی طرف رخ ہی نہیں کرتے۔

چنانچہ ہم نے بعض ایسے زمیندارہ علاقے دیکھے جن کی شہرت سنی تھی اور جماعت میں ایک دفعہ ایک اعلیٰ سطح کی کمیٹی بنائی گئی، مشاورت کی وجہ سے بنائی گئی تھی جس کا کام یہ تھا کہ دورہ کر کے مختلف جماعتوں سے رابطے بھی کئے جائیں اور نمونے کے فارم دیکھ کر لوگوں کو مشورے دیئے جائیں۔ تو میں بھی اس کمیٹی کے ساتھ ایک دفعہ دورے پر گیا۔ ایک بہت ہی اعلیٰ پیمانے کا زمیندارہ فارم اوکاڑہ میں تھا۔ جس کے ایکڑ تو مجھے یاد نہیں لیکن بہت وسیع فارم تھا۔ اور اس میں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ہم نے بڑے غور سے پھر کر دیکھا ایک گھاس کی پتی دکھائی نہیں دی اور کوئی کسی قسم کا کیڑے کا حملہ کسی جگہ بھی ہمیں دکھائی نہیں دیا۔ بالکل صاف ستھرا جس طرح نہا دھو کر کوئی انسان باہر نکلتا ہے اس طرح ہر کھیت تھا۔ اور دیکھنے والا یہ سمجھتا ہوگا عام آدمی جو واقف نہیں ہے کہ یہ تو بڑی اچھی بات ہے آپ خود بخود ہی ہو گئی ہے، بڑے آرام سے ہو گئی ہے۔ حالانکہ جو بھی اس کھیت کا مالک تھا اس نے سال ہا سال مسلسل اس پر محنت کی ہو گی اور بڑی کڑی نگرانی رکھی ہو گی۔ تب جا کر اس

کو یہ فائدہ ہوا۔ ایسی صورت میں ساری غذا، ساری طاقت جو زمین سے یا آسمان سے ملتی ہے وہ اچھی فصلوں میں صرف ہو جاتی ہے اور کوئی اس طاقت کو چرانے والا باقی نہیں رہتا۔

یہی حال انسانی زندگی کا ہے رمضان آ کر جڑی بوٹی کی تلفی میں آپ کی مدد کرتا ہے۔ لیکن اس کے بعد اس کی حفاظت کرنا آپ کا کام ہے۔ اور اس حفاظت کا فائدہ یہ ہوگا کہ تَتَّقُوْنَ تک آپ ان نقصان دہ پودوں سے بچ جائیں گے۔ آپ نقصان دہ جراثیم اور کیڑے مکوڑوں سے بچ جائیں گے اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ کی جتنی بھی صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہیں وہ نیکی کی نشو ونما میں صرف ہوں گی۔ اتنا غیر معمولی آپ روحانی تغیر محسوس کریں گے کہ گویا کہ ایک انقلاب برپا ہو گیا ہے۔ ایسے کھیت کو جو بیرونی حملوں سے بچا ہوا ہو اگر آپ غور سے دیکھیں تو ہر شاخ اس کی ہر پتا لہرا رہا ہوتا ہے۔ ایک ایک پودے کے اندر صحت پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہوتی ہے، لطف آتا ہے اس کے نظارے کا اور وہی ویسا ہی بے شک کھیت ہو بظاہر لیکن اس کی جڑی بوٹی سے تلفی نہ کی گئی ہو یا کیڑے نہ مارے گئے ہوں، کھاد آپ اتنی ہی دیں بے شک اس سے زیادہ دے دیں بیج اس سے بہتر استعمال کریں پانی باقاعدہ دیں اس کا۔ سطح اس کھیت کی درست رکھیں، ہر دوسرا کام کریں لیکن ان دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔

پس بہت سی انسانی طاقتیں بدیوں کی موجودگی کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں اور بہت سی نیکیاں جو محنت کر کے انسان کماتا ہے ان کے اندر جان باقی نہیں رہتی، ان کی صحت کمزور ہو جاتی ہے، ان کو ویسا پھل نہیں لگتا۔ تو یہ تقویٰ جس کا قرآن کریم یہاں ذکر فرما رہا ہے رمضان کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے۔ اس سے خصوصیت کے ساتھ یہ مراد ہے کہ تمہاری نیکیوں پر حملہ کرنے والے بدی کے جانور اور کیڑے مکوڑے رمضان میں سے گزر کر تلف ہو جائیں گے اور تمہیں ایک نئی صحت عطا ہوگی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رمضان اور روزوں پر عمومی طور پر جو نصائح کثرت سے فرمائی ہیں ان میں ایک یہ بھی ذکر فرمایا ہے بار بار کہ رمضان کے معنوں میں شدت کی لو اور گرمی داخل ہے اور جس طرح زمیندار کے لئے جڑی بوٹی کی تلفی کے لئے بہترین وقت وہ ہوتا ہے جب تیزی کے ساتھ گرمی پڑ رہی ہو اور لوئیں چل رہی ہوں۔ اس وقت جب وہ اکھاڑتا ہے غلط پودوں کو تو ان کی جان سوکھ جاتی ہے، ان میں کچھ باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح رمضان میں بدیاں دور

کرنے کے لئے ایک خاص ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ گرمی جس کے نتیجے میں بدیاں مرتی ہیں وہ رمضان کی دعاؤں کے جوش میں یا اس ماحول کے نتیجے میں داخل ہوتی ہے اور پھر بڑی تیزی کے ساتھ، زیادہ آسانی کے ساتھ بیماریاں مرنا شروع ہوتی ہیں اور ایک دفعہ مر جائیں تو پھر جب تک باہر سے دوبارہ داخل نہ ہوں اس وقت تک وہ بیماری پھر دوبارہ جڑ نہیں پکڑ سکتی۔ عام حالات میں بسا اوقات آپ اپنی کمزوریاں دور کریں لیکن ان کی جڑیں باقی رہ جاتی ہیں اور ہر انسان جسے اپنے نفس پر غور کرنے کی عادت ہو وہ جانتا ہے، اس کو خوب معلوم ہوتا ہے کہ میں پوری طرح اپنی صفائی نہیں کر سکا میرے اندر بدیوں کی جڑی ابھی باقی ہیں۔ وہ جڑیں عام حالات میں نشوونما پھر پا جاتی ہیں۔ رمضان میں جو مزید فائدہ یہ ہے کہ رمضان کی تپش یعنی عبادتوں کی تپش خدا تعالیٰ کے ذکر کی تپش اللہ تعالیٰ کی محبت کی تپش، جس کا خاص رمضان سے تعلق ہے۔ اس کے نتیجے میں ان بدیوں کی جڑیں مرنے لگ جاتی ہیں تو نسبتاً بہت زیادہ تقویٰ کی حالت میں انسان رمضان سے باہر آتا ہے لیکن پھر اگر غافل ہو جائے تو پھر وہی حال ہوگا۔ اس لئے اس مہینے سے حتی المقدور پورا استفادہ کرنا چاہئے۔

ایک اور بدیوں سے بچنے کا طریق یہ ہے کہ رمضان میں بعض زائد نیکیاں جو پہلے نہیں تھیں وہ حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ قرآن کریم میں جہاں بدیوں کو دور کرنے کا مضمون تزکیہ کے لفظ کے تابع بیان فرمایا ہے اور زکوٰۃ میں یہ مضمون پایا جاتا ہے، وہاں دوسرے مضمون کو بھی بیان فرمایا ہے کہ نیکیاں بڑھانے کے نتیجے میں بھی بدیاں دور ہوتی ہیں۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ (ھود: ۱۱۵) یقیناً نیکیاں بدیوں کو دور کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ یہ بھی کھیت کے اوپر اگر آپ نظر ڈالیں تو یہ آیت بھی مکمل طور پر کھیت کے معاملے پر چسپاں ہوتی دکھائی دے گی اور اس طرح یہ پوری تصویر مکمل ہو جائے گی۔

تزکیہ بدیوں کو دور کرنے کا ذریعہ ہے اور اس کے نتیجہ میں زکوٰۃ نصیب ہوتی ہے۔ زکوٰۃ کا معنی ایک یہ ہے کہ اچھی چیزیں پرورش پائیں اور تیزی سے نشوونما حاصل کریں۔ تو جب آپ بدیاں دور کرتے ہیں تو نیکیاں نشوونما پاتی ہیں۔ اور اگر نیکیوں کے اندر اگر آپ اور نیکیاں داخل کر لیں تو بیچ میں بدیوں کے اگنے کی جگہ باقی نہیں رہتی۔ یہ بھی ایک بڑا دلچسپ زمیندارہ تجربہ ہے کہ جن زمینداروں کے پاس کھیت کھلا ہو اور اس میں جتنے پودے فصل کے داخل کئے جا سکتے ہوں اتنے داخل نہ کئے گئے ہوں، کاشت نہ کئے گئے ہوں، بیچ میں خلا رہ گیا تو اس بیچارے کو اس خلا کو جڑی بوٹی سے

دور کرنے کے لئے بہت زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے اور ذرہ بھی غافل ہو جائے تو پھر وہاں کچھ نہ کچھ ضرور اگ آتا ہے۔ یہ قانون قدرت ہے۔ خلا اگر پیدا ہوگا تو اردگرد کی طاقتیں ضرور وہاں دخل اندازی کریں گی۔ تو جہاں تزکیہ نے ہمیں یہ مضمون سمجھایا کہ جن پودوں کا کسی کھیت میں حق نہیں ہے۔ جو غیر ہیں جو دشمن ہیں۔ ان کو اکھیڑ کے پھینکو وہ جو اس کھیت کے سگے اور اپنے ہیں ان کی نشو ونما میں بہت زیادہ قوت پیدا ہو جائے گی اور پہلے سے زیادہ ان میں برکت نظر آئے گی۔ دوسری طرف یہ فرمایا کہ خالی جگہوں کو نیکیوں سے بھرنا شروع کرو تا کہ بدیوں کے لئے جگہ باقی نہ رہے۔ اس مضمون کو اگر آپ سمجھ لیں تو آئندہ بدیوں سے مقابلہ کے لئے ایک بہت ہی عظیم راز آپ کے ہاتھ میں آجائے گا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ انسان کا وقت محدود ہے اور اس کی دلچسپیاں بھی محدود ہیں۔ اگر انسان کے اندر جتنی بھی خدا نے استطاعت رکھی ہے اور ہر انسان کی استطاعت کئی پہلوؤں سے بدل جاتی ہے مگر جس شخص کی جتنی بھی استطاعت ہے اگر اس کی ساری استطاعت میں نیکیوں کے پودے لگا دیئے جائیں تو بدیوں کے داخل ہونے کا امکان بہت ہی بعید کی بات ہو جائے گی اور اگر خلاء چھوڑ دیئے جائیں تو پھر باوجود محنت کے کچھ نہ کچھ بدیاں اس میں ضرور اگنا شروع ہو جائیں گی۔

تو رمضان سے فائدہ اٹھانے کے لئے دوسرا طریق یہ ہے کہ آپ اپنی حسنات کو بڑھائیں۔ بالا رادہ سوچ کر کہ فلاں میرے دوست میں یہ خوبی پائی جاتی ہیں میں کوشش کرتا ہوں کہ اس رمضان شریف میں یہ خوبی بھی مجھے حاصل ہو جائے یا میں اس پر عمل درآمد شروع کر دوں۔ تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پھر تمہاری بعض برائیاں بھی دور ہونا شروع ہو جائیں گی۔ اچھے کھیت کے سائے میں جڑی بوٹیاں مرنا شروع ہو جاتی ہیں اور جب کھیت کاٹے جاتے ہیں ہم نے دیکھا ہے جو جتنا صحت مند کھیت ہو اس کے سائے کے اندر جڑی بوٹیاں نکلتی بھی ہیں تو نہایت مری ہوئی مردہ سی زرد حالت میں بمشکل وہ زندگی کے سانس پورے کر رہی ہوتی ہیں اور جب جڑی بوٹیاں غلبہ پا جائیں تو پھر اچھے پودوں کا جن کا لگانا مقصود تھا ان کا یہ حال ہو جاتا ہے بے چاروں کا کہ وہ غالب آجاتی ہیں اور ان کو سانس لینے میں مشکل ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس مضمون سے اس رمضان میں جہاں تک ممکن ہو جماعت احمدیہ کو استفادہ کرنا چاہئے اور خدا تعالیٰ نے جو یہ مہینہ دیا ہے ہمیں بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر رمضان نہ ہوتا تو امت مسلمہ کی حالت بالکل کچھ اور ہوتی۔ باوجود اتنی گراوٹ کے جو آنحضورﷺ

کی ذات سے چودہ صدیوں کی دوری نے مسلمانوں میں پیدا کی اس کے باوجود رمضان کے مہینے کی برکتوں سے بہت سی نیکیاں زندہ ہیں اور بہت سی بدیاں ہیں جو داخل ہوتے ہوتے پھر واپس نکال دی جاتی ہیں۔ بہت ہی بڑا احسان ہے اور رمضان کا امت محمدیہ پر کہ اللہ تعالیٰ نے خاص فضل کے ساتھ ہمیں ایک چھلنی عطا کر دی ہے جس میں سے نکل کر بہت سی بدیوں کو ہم جھاڑ کر تازہ دم ہو کر صحت مند ہو کر باہر نکلتے ہیں جسمانی لحاظ سے بھی اس کے بڑے فوائد ہیں، معاشرتی لحاظ سے بھی بڑے فوائد ہیں کسی عبادت کے اتنے گہرے اثرات انسانی استطاعت کے ہر حصہ پر نہیں پڑتے جتنے رمضان کے یا روزوں کے انسانی استطاعت کے ہر حصہ پر پڑتے ہیں کوئی انسانی استطاعت ایسی نہیں ہے جس کا آپ تصور کر سکیں جس پر رمضان اپنا اثر نہ چھوڑ جائے۔ کامل طور پر پورے انسان کی زندگی پھر رمضان حاوی ہو جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے رمضان کے متعلق جو چند بہت سی نصائح فرمائی ہیں ان میں سے چند میں آپ کے سامنے پڑھ کے سناتا ہوں تاکہ ان بابرکت اور بے حد گہری تاثیر رکھنے والی نصائح سے آپ استفادہ کر سکیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انسان کے سب کام اس کے اپنے لئے ہیں مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزاء بنوں گا یعنی اس کی اس نیکی کے بدلے میں اسے اپنا دیدار نصیب کروں گا۔ ابھی چند دن پہلے ہالینڈ میں ایک دوست نے یہی سوال کیا تھا کہ ہر نیکی انسان کی خدا کے لئے ہوتی ہے روزے کو خاص طور پر یہ کیوں کہا گیا ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ وہ میرے لئے ہے گویا، تو واقعہ یہ ہے کہ کسی نیکی کا انسان کی ہر طاقت سے تعلق نہیں ہے سوائے روزے کے کسی نیکی کا کچھ طاقتوں سے تعلق کسی کا کچھ اور طاقتوں سے تعلق ہے لیکن پورا وجود خدا کی رضا کے تابع کرنے کے لئے روزے کی ضرورت پیش آتی ہے اس میں ہر قربانی داخل ہو جاتی ہے ہر عبادت داخل ہو جاتی ہے تو گویا جب انسان اپنے پورے وجود کو خدا کے سپرد کر دے تو اس کی جزاء خدا بن جاتا ہے اور اگر پورا وجود نہ دے تو اس کی کچھ نہ کچھ دوسری جزاء ہوگی پورے وجود کا پورا وجود جزاء ہے ان معنوں میں آپ اسے بہتر سمجھ سکیں گے۔ یعنی ایک لحاظ سے تو انسان اپنا پورا وجود چھوڑ کے اپنی اگلی پچھلی ساری نسلیں بھی خدا کو دے دے تو اس کے مقابل پر خدا کی ذات کا سودا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس کو آسان کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ پیار کے سودے اس طرح فرماتا ہے کہتا ہے اچھا یوں کرتے ہیں تم مجھے پورا دے دو میں پورا تمہارا ہو جاتا ہوں۔ اور یہ مضمون روزے میں سمجھ آتا ہے۔ اس لئے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے اسے آسان

کر کے ہمیں سمجھا دیا کہ بہت ہی عظیم الشان موقع ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے تم نے سب کچھ مجھے دیا اپنی ہر طاقت میں سے مجھے لوٹایا ہے۔ چونکہ تم پورے میرے ہو رہے ہو اس لئے میں آج پورا تمہارا ہو جاتا ہوں۔ ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ نمازوں میں نفسانیت پائی جاتی ہے یا حج میں نفسانیت پائی جاتی ہے یا زکوۃ میں نفسانیت پائی جاتی ہے ایک تمثیل ہے جس کے ذریعے ایک محبت اور عشق کا راز سمجھایا گیا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ ڈھال ہے پس تم میں سے جب کسی کا روزہ ہے تو نہ وہ بیہودہ باتیں کرے نہ شور وشر کرے اگر اس سے کوئی گالی گلوچ ہو یا لڑے جھگڑے تو وہ جواب میں کہے میں نے تو روزہ رکھا ہوا ہے۔ اب دیکھیں روزمرہ ہمارے گھروں میں جو معاشرے کے مسائل ہیں اگر ایک انسان اس نصیحت کو ہی پیش نظر رکھ کے اسے اپنا لے اسے مضبوطی سے پلے باندھ لے تو کتنے ہی گھر جو جہنم بنے ہوئے ہیں جنت بن سکتے ہیں ایک مہینے کی یہ ریاضت ہے صرف لیکن جو ایک مہینہ مسلسل اپنے گھر میں سخت کلامی سے بچ جائے گالی گلوچ سے بچ جائے۔ اسے یقیناً اپنے گھر میں ایک ایسی پاکیزہ تبدیلی دکھائی دے گی کہ سوائے اس کے کہ بالکل ہی کوئی جاہل مطلق ہو یہ ہو نہیں سکتا کہ ایک مہینے کے بعد وہ دوبارہ بدیاں شروع کر دے اور اپنے گھر کو اپنے ہاتھوں سے پھر جہنم بنا لے۔ لیکن اکثر جب آپ دیکھتے ہیں کہ روزوں میں سے گزرنے کے باوجود معاشرے میں اصلاح نہیں ہوتی تو یقین جانیں کہ اس لئے نہیں ہوتی کہ آنحضرت ﷺ کی اس نصیحت پر عمل نہیں کیا جاتا لاکھوں عہدیدار ہیں جو اپنی روزمرہ کی زندگی کی عادتوں میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتے۔ اگر اونچی آواز میں شور وشر کرنے کی پہلے عادت تھی تو روزے میں بھی وہی عادت رکھتے ہیں۔ اگر بدکلامی کی عادت تھی تو روزے میں بھی بدکلامی ان سے ہوتی رہتی ہے۔ درشت مزاجی کی عادت تھی وہ بھی اسی طرح باقی رہتی ہے صرف بھوکے رہتے ہیں اور کچھ نہیں یا پیاسے رہتے ہیں اور کچھ نہیں۔ تو آنحضرت ﷺ نے تقویٰ کے راز سکھائے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تو کیا مطلب ہے کن چیزوں سے بچو تفصیل بیان فرما دی۔ ایک نظریہ کو ایک حقیقت میں تبدیل کر کے دکھایا ہے فرمایا نہ تو وہ بے ہودہ باتیں کرے، نہ شور وشر کرے، اگر کوئی گالی گلوچ ہو یعنی لوگ اس کو گالیاں دیں تو وہ جواب میں کہے کہ میں نے تو روزہ رکھا ہوا ہے۔ یہ نہیں کہ مجھے جواب دینا نہیں آتا میں مجبور ہوں اور خاص طور پر ایک ایسا شخص جو معاشرے میں مشہور ہو تیز کلامی کے لئے وہ جب چپ ہو گا تو لازماً تعجب ہو گا کہ آج اس کو کیا ہو گیا ہے تو وہ بتاتا ہے کہ میاں میں بیمار نہیں ہوں مجھے اور کوئی تکلیف نہیں میں

روزہ دار ہوں میں بے اختیار ہوں اب ۔اس وقت تم جتنا چاہو مجھ سے لڑو جتنی چاہو گالیاں دو میں نے آگے سے کچھ نہیں کہنا اس کے بعد آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ۔قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے۔ روزے دار کی منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ اور خوشگوار ہے۔ پہلے روزے دار کی تعریف فرمائی ہے پھر فرمایا ہے کہ اس کے منہ کی بو اس روزے دار کے منہ کی بو مراد نہیں جو گالیوں سے ویسے ہی منہ متعفن ہوا ہے۔ اس روزہ دار کے منہ کی بو مراد نہیں ہے جو بدکلامی کرتا ہے یا ذکر الٰہی سے خالی رہتا ہے صرف گندے ڈکاروں کی بدبو ہے جس نے منہ کو ملوث کیا ہوا ہے۔ وہ بو مراد ہے جو خدا کی خاطر ہر بری چیز سے رکنے والا منہ ہے اس میں سے بھی طبعاً فطرتاً روزہ رکھنے کے نتیجہ میں ایک بو پیدا ہوتی ہے ۔لیکن فرمایا کہ چونکہ اس منہ میں پاکیزگی داخل ہو چکی ہے خدا کی خاطر اس لئے اللہ تعالیٰ کو کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ اور خوشگوار معلوم ہوتی ہے اور وجہ بیان فرما دی کہ کیونکہ اس نے اپنا یہ حال خدا تعالیٰ کی خاطر کیا ہے۔ پھر فرمایا روزہ دار کے لئے دو خوشیاں مقدر ہیں۔ ایک خوشی اسے اس وقت ہوتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری اس وقت ہوگی جب روزے کی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہوگی ۔ یہ جو ملاقات ہے اس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرنے کے بعد نصیب ہوگی ۔(بخاری کتاب الصوم حدیث نمبر:۱۷۷۱) لیکن بالعموم لوگ اس کا یہی مطلب سمجھتے ہیں کہ روزے کی خوشی تو اسی دنیا میں نقد مل جائے گی یعنی جب بھی ہم روزہ کھولیں گے تو دنیا کے رزق سے جو ملاقات ہو رہی ہے اسکے نتیجے میں خوشی میسر آئے گی اور خدا کی ملاقات ادھار رہتی ہے وہ مرنے کے بعد نصیب ہوگی یہ غلط ہے۔ روزے کے اندر جب خدا جزا ہے تو روزے کے دوران ہی وہ جزاء بنتا ہے ۔کوئی ادھار کا سودا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ ۔اسی لئے روزے کے آخر پر لیلۃ القدر رکھی گئی ہے تا کہ اگر پہلے اسے دیدار نصیب نہ ہوا ہو تو لیلۃ القدر کے دوران جو ایک خاص معراج کی رات ہوتی ہے رمضان کی نیکیوں کی اس رات ہی اسے نصیب ہو جائے تو ایک چیز تو آپ کے اپنے اختیار میں ہے یعنی روزہ کھول لینا اور رزق کی لذت حاصل کرنا وہ جزاء ہے یا نہیں ہمیں اس کا علم نہیں جزاء تو تب ہم کو خدا پیار و محبت سے کہے کہ ہاں تم نے میری خاطر منہ بند رکھا تھا میری خاطر اس کو کھاؤ اس لئے ہم سب یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری جزاء ہے دوسری جزاء کے متعلق ہم یہ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ مرنے کے بعد پتہ چلے گا تو اس دنیا میں کیا پتہ کہ روزے مقبول بھی ہوئے یا نہیں اس لئے حقیقت یہ ہے اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ خدا جب جزاء

بنتا ہے تو قیامت کے دن نہیں اس دنیا میں بنتا ہے۔ اس دنیا میں اس کا حاصل ہونا ایک امر واقعہ ہو جاتا ہے۔ اس پہلو سے ہر روزہ دار کو رمضان کے درمیان یہ معلوم ہو جانا چاہئے کہ میرے روزے کے خدا کی خاطر تھے یا نہیں اگر تھے تو اس دوران اسے ضرور خدا کی لقا نصیب ہو جائے گی لقاء سے مراد یہ تو نہیں کہ خدا اپنی تمام شان کے ساتھ اس پر جلوہ گر ہو گا کیونکہ موسیٰ کی لقاء اور تھی اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی لقاء اور تھی۔ جب نبیوں کی لقا میں فرق ہے تو عام انسانوں کی لقاء میں بھی فرق ہو گا۔ لیکن لقاء اپنی توفیق کے مطابق اپنے ظرف کے مطابق۔ کچھ نہ کچھ خدا کے پیار کا جلوہ اس طرح دیکھے گا کہ گویا اسے خدا نصیب ہوا ہے۔ اس پہلو سے ہمیں پوری توجہ اور محنت کے ساتھ صرف کوشش ہی نہیں کرنی چاہئے بلکہ دعا کرنی چاہئے کیونکہ خدا اصل میں تو کسی چیز کی بھی جزاء نہیں وہ اپنی رحمت کی جزاء ہے۔ اپنے فضل کی جزاء ہے اپنے کرم کی جزاء ہے۔ اس سے کوئی سودا ہو ہی نہیں سکتا یہ تو محض اس کے پیار کی باتیں ہیں دلداری کی باتیں ہیں جو وہ کہتا ہے کہ ہاں میں تمہارا سودا ہوں۔ اس لئے سب سے زیادہ گہری حقیقت اس بات میں ہے کہ آپ عاجزانہ دعا کریں کہ اے خدا ہم نے جو کچھ بھی کیا ہے ہم جانتے ہیں جو اس کا حال ہے اس لئے تو محض اپنے فضل اور رحمت کے نتیجے میں ہماری جزاء بن جا۔ جس طرح ہم اپنی غفلتوں سے غافل رہے ہیں اس دنیا میں تو بھی ہماری چشم پوشی فرما اور باوجود سب کمزوریوں کے ہمیں فضل کا یہ کرشمہ دکھا اپنے رحم کا جلوہ دکھا کہ ہم سمجھیں کہ ہاں اللہ ہمارے روزوں کے بدلے ہمارا ہو گیا۔ اس قسم کی عاجزانہ دعائیں کریں، گریہ وزاری کریں، اپنے اعمال یہ بناء نہ رکھیں اللہ کے رحم کی طرف نگاہ رکھیں تو بہت سی کمزوریاں بہت سی غفلتوں کی حالتیں جو خود ہماری نظر میں بھی نہیں آتیں اللہ بھی ان سے چشم پوشی فرما سکتا ہے اور فرما دیتا ہے اور اس کے نتیجہ میں کوئی بعید نہیں کہ لکھوکھہا احمدیوں کو اسی رمضان المبارک میں اس طرح خدا کی لقاء نصیب ہو کہ پہلے کبھی نصیب نہ ہوئی ہو۔ اور یہی سب زندگی کی ترقی کا راز ہے یہی فلاح کی کنجی ہے۔ جس کے بعد ایک ہمیشہ کی زندگی اسی دنیا میں انسان کو نصیب ہو جاتی ہے انسان اس عالم فنا میں رہتا ہوا عالم بقا میں داخل ہو جاتا ہے۔ رمضان عالم بقا لے کر آپ کے لئے آرہا ہے۔ آب حیات ہے۔ اس کا ایک گھونٹ آپ حقیقت میں بھر لیں جس طرح کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے تو ایک ہی گھونٹ آپ کے لئے ہمیشہ کی زندگی کا پیغام لا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔